Office Of The Sadr Majlis Ansarullah Bharat

دفتر صدر مجلس انصار اللہ بھارت

Mohalla Ahmadiyya Qadian-143516 Dt.Gurdaspur (PUNJAB)

Ph: +91-01872-220186, Fax : +91-01872-224186, Mob. +91-9815494687, E-Mail : ansarullahbharat@gmail.com

جماعت میں ایسے افراد کی اکثریت ہونی چاہئے کہ جن کی حسیں ایسی ہوں جو روحانی اثرات کو زیادہ سے زیادہ قبول کرنے والی ہوں اور پھر دنیا کو بتانے والی ہوں کہ حقیقی نماز کیا چیز ہے حقیقی عبادت کیا چیز ہے اور اس کے لئے کس قسم کی حس پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

خلاصہ خطبہ جمعہ سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بیان فرمودہ 29-جنوری 2016ء بمقام بیت الفتوح لندن

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مخفی ہے مگر وہ اپنی قدرتوں سے پہچانا جاتا ہے۔ دعا کے ذریعہ سے اس کی ہستی کا پتا لگتا ہے۔ فرمایا کوئی بادشاہ یا شہنشاہ کہلائے۔ ہر شخص پر ضرور ایسے مشکلات پڑتے ہیں جن میں انسان بالکل عاجز رہ جاتا ہے اور نہیں جانتا کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ اس وقت دعا کے ذریعہ سے مشکلات حل ہو سکتے ہیں۔

بیشمار جگہ حضرت مسیح موعودؑ نے مختلف طریقوں سے مختلف زاویوں سے اس کی اہمیت بیان فرمائی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ نے اس کا ایسا ادراک حاصل کیا اور آپؑ کی صحبت کی وجہ سے ان کا دعاؤں پر ایسا یقین تھا اور ایسا ایمان تھا کہ غیروں پر بھی ان کی دھاک تھی اور غیر مذہب والے بھی جو احمدیوں سے تعلق رکھنے والے تھے سمجھتے تھے کہ ان کی دعائیں بڑی قبول ہوتی ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں ایک واقعہ سنایا گیا جس پر آپ بہت ہنسے۔ حضرت منشی اروڑے خان صاحب کا واقعہ ہے۔ حضرت منشی صاحب شروع میں قادیان بہت زیادہ آیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے مجسٹریٹ سے کہا کہ میں قادیان جانا چاہتا ہوں مجھے چھٹی دے دیں۔ اس نے انکار کر دیا۔ منشی صاحب کہنے لگے بہت اچھا۔ میں آج سے بددعا میں لگ جاتا ہوں۔ آخر وہ مجسٹریٹ کو کوئی ایسا نقصان پہنچا کہ وہ سخت ڈر گیا اور اس کے بعد یہ اثر ہوا اس مجسٹریٹ پے کہ جب بھی ہفتے کا دن آتا تھا وہ عدالت والوں سے کہتا کہ آج کام ذرا جلدی بند کر دینا۔ اس طرح وہ مجسٹریٹ آپ ہی جب بھی منشی صاحب کا قادیان آنے کا ارادہ ہوتا انہیں چھٹی دے دیتا۔ تو ایسا ڈرا وہ ان کی دعا سے۔ تو یہ لوگ تھے جنہوں نے اپنی بزرگی اور دعاؤں کا اثر غیروں پر بھی ڈالا ہوا تھا اور یہی چیز ہے جسے ہمیں آج بھی اپنے سامنے رکھنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ سے تعلق میں بڑھنا چاہئے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے حوالے سے بعض اور باتیں بیان کرتا ہوں جو حضرت مصلح موعودؓ نے بیان فرمائی ہیں اور ہماری روحانیت میں ترقی اور تربیت کے لئے بہت ضروری ہیں۔ دنیا میں مختلف طبیعتوں اور احساسات کے حامل انسان ہوتے ہیں بعض کی حسیں تیز ہوتی ہیں بعض کی کم۔ حضرت مصلح موعود اس احساس کے فرق کی حضرت مسیح موعودؑ کے حوالے سے ایک دنیاوی مثال بھی دیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے تھے کہ کسی شہر میں چند شہری آپس میں ذکر کر رہے تھے کہ تل بہت گرم ہوتے ہیں۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ کوئی پاؤ بھر تل کھائے اور بیمار نہ ہو جائے۔ اس گفتگو کے دوران ایک نے کہا کہ اگر کوئی اتنے تل کھائے تو میں اسے پانچ روپے انعام دوں۔ کوئی زمیندار وہاں سے گزر رہا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کے پوچھا کہ ٹہنیوں سمیت کھانے ہیں یا بغیر ٹہنیوں کے۔ اب ان دونوں کے احساس میں کتنا بڑا فرق ہے۔ ایک تو وہ ہیں کہ پاؤ بھر تل کھانے ناممکن خیال کرتے ہیں اور ایک وہ ہیں کہ جو بمع ٹہنیاں کھانے کے لئے تیار ہے۔

پس دنیا میں جس قدر فرق ہیں یہ احساسات کے فرق ہیں اور یہی روحانی دنیا میں بھی چلتا ہے قانون کسی پر نماز کا زیادہ اثر ہوتا ہے کسی پر کم اثر ہوتا ہے۔ بعض ایسے ہیں جو صرف نمازیں پڑھتے ہیں اور یا ظاہراً نمازیں پڑھ رہے ہوتے ہیں ٹکریں ماریں اور چلے گئے کوئی اثر ہی نہیں ہو رہا ہوتا نماز کا۔ روحانی حسوں

کے ثبوت کے لئے انہی کی شہادت قبول ہوگی جن میں یہ حس زیادہ ہو جن کو اثر زیادہ ہوتا ہو جو عبادت کرتے ہوں اور عبادت کا اثر بھی ان پر ظاہر ہو رہا ہوتا ہو۔

پس جماعت میں ایسے افراد کی اکثریت ہونی چاہئے کہ جن کی حسیں ایسی ہوں جو روحانی اثرات کو زیادہ سے زیادہ قبول کرنے والی ہوں اور پھر دنیا کو بتانے والی ہوں کہ حقیقی نماز کیا چیز ہے حقیقی عبادت کیا چیز ہے اور اس کے لئے کس قسم کی حس پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں جو کہ حضرت خلیفہ اولؓ فرمایا کرتے تھے کہ ایک عالم دین مولوی خان ملک صاحب جو صرف و نحو کے متبحر عالم تھے۔ وہ کہیں سے حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ کے متعلق خبر سن کر قادیان آئے اور آپ کی باتیں سن کر ایمان لے آئے۔ واپسی پر جب وہ لاہور پہنچے تو انہوں نے ارادہ کیا کہ مولوی غلام احمد صاحب سے جو شاہی مسجد میں درس دیتے تھے اور ان کے شاگرد رہ چکے تھے ملتے چلیں۔ مولوی غلام احمد صاحب نے مولوی خان ملک صاحب سے پوچھا کہ فرمائیے کہاں سے تشریف لا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا قادیان سے۔ انہوں نے حیران ہو کے پوچھا۔ قادیان سے؟ انہوں نے کہا ہاں قادیان سے۔ انہوں نے کہا کیوں؟ تو کہنے لگے کہ مرزا صاحب کا مرید ہونے کے لئے گیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ آپ اتنے بڑے عالم ہیں آپ نے ان میں کیا خوبی دیکھی کہ ان کے مرید ہونے کے لئے چلے گئے۔ مولوی خان ملک صاحب نے پنجابی میں انہیں کہا کہ ''تو اپنا کم کرتینوں تے قال یقول وی چنگی طرح نہیں آندا'' تو ایسے سعید فطرت لوگ بھی تھے جو جاتے تھے اور حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت میں شامل ہوتے تھے۔ کوئی ضد علم پہ زعم نہیں تھا ان کو۔ اسی طرح حضرت مصلح موعودؓ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے میں ایک عرب آیا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بعض لوگوں کو مقرر کیا کہ اسے تبلیغ کریں۔ کئی دن اس سے گفتگو ہوتی رہی مگر اسے کوئی اثر نہ ہوا۔ آخر تبلیغ والے دوستوں نے حضرت مسیح موعودؑ سے عرض کیا۔ یہ بڑا جوشیلا ہے سوالی لوگوں کی طرح نہیں ہے یہ۔ اسے صداقت کی طلب معلوم ہوتی ہے۔ آپ نے دعا کی اور آپ کو بتایا گیا کہ اسے ہدایت نصیب ہو جائے گی۔ خدا کی قدرت اسی رات اسے کسی بات سے ایسا اثر ہوا کہ صبح اس نے بیعت کر لی اور پھر چلا گیا۔ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ حج کے موقع پر کئی قافلوں کو اس نے تبلیغ کی۔ ایک قافلے والے اسے مار مار کر بیہوش کر دیتے تھے تو وہ ہوش آنے پر اٹھ کر دوسرے قافلے کے پاس چلا جاتا اور تبلیغ کرتا۔ تو بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب سینے کھولے تو کھلتے ہیں اور پھر ایسا مثالی جوش پیدا ہوتا ہے کہ کسی چیز کی پرواہ نہیں ہوتی پھر۔

حضرت مسیح موعودؑ بچوں کے ساتھ کس طرح تعلق رکھتے تھے اور کس طرح ان کی تربیت کا بھی خیال رکھتے تھے اس کے بارے میں حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ صحیح تربیت کا طریق وہی ہے جو اسے کھیل کود سکھائے۔ یعنی کھیلتے کودتے ہی تربیت ہو جائے۔ پہلے تو جب وہ بہت چھوٹا ہو بچہ کہانیوں کے ذریعہ اس کی تربیت ضروری ہوتی ہے۔ بڑے آدمی کے لئے خالی وعظ کافی ہوتا ہے لیکن بچپن میں دلچسپی قائم رکھنے کے لئے کہانیاں ضروری ہوتی ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ کہانیاں جھوٹی ہوں۔ حضرت مسیح موعودؑ ہمیں کہانیاں سنایا کرتے تھے کبھی حضرت یوسف کا قصہ بیان فرماتے کبھی حضرت نوح کا قصہ سناتے اور کبھی حضرت موسیٰ کا واقعہ بیان فرماتے مگر ہمارے لئے وہ کہانیاں ہی ہوتی تھیں گو وہ تھے سچے واقعات۔ پس بچپن میں تعلیم کا بہترین ذریعہ کہانیاں ہیں۔ گو بعض کہانیاں بے معنی اور بیہودہ ہوتی ہیں مگر مفید اخلاق سکھانے والی اور سبق آموز کہانیاں بھی ہیں۔ اور جب بچے کی عمر بہت چھوٹی ہو تو اس طریق پر اسے تعلیم دی جاتی ہے۔ پھر جب وہ ذرا ترقی کرے تو اس کے لئے تعلیم و تربیت کی بہترین چیزیں کھیلیں ہیں۔ بعض آجاتے ہیں والدین کہ یہ کھیلتا بہت ہے۔ اگر ٹی وی گیموں پر نہیں کھیل رہا اور باہر جا کر کھیلتا ہے تو کھیلنے دینا چاہئے بچے کو۔ کتابوں کے ساتھ جن چیزوں کا علم دیا جاتا ہے وہ کھیلوں سے عملی طور پر وہی تعلیم دی جاتی ہے۔ مگر کہانیوں کا زمانہ کھیل سے نیچے کا زمانہ ہے۔

پس باپوں کو بھی بچوں کو وقت دینا چاہئے۔ اگر ماں باپ دونوں مل کر بچوں کی تربیت پر زور دیں ان کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھیں ان کی صحیح تربیت کریں ان کو اپنے ساتھ جوڑیں تو یقیناً بہت سے تربیت کے مسائل حل ہو جائیں جس کی ماں باپ کو شکایت رہتی ہے۔ آجکل تو ماں باپ اس بات سے بچنے کے لئے کہ بچے شور نہ کریں اور علیحدہ بیٹھے رہیں یا ان کے ہاتھوں میں آئی پیڈ پکڑا دیتے ہیں یا کمپیوٹر پہ بٹھا دیتے ہیں یا ٹی وی پہ بٹھا دیتے ہیں اور وہاں اگر تو اچھی کہانیاں کوئی آ رہی ہوں تو ٹھیک نہیں تو بعض دفعہ صرف وقت ضائع ہو رہا ہوتا ہے اور چھوٹے بچوں پہ تو ویسے بھی ان کو نہیں بٹھانا چاہئے کیونکہ ایک تو نظر

پے اثر پڑتا ہے اگر لمبا عرصہ بیٹھے رہیں دوسرے دو سال سے کم بچے کو تو ویسے بھی ڈاکٹر کہتے ہیں کہ اس کی سوچ میں فرق پڑ جاتا ہے اور پھر وہ ایک طرف لگ جاتا ہے بعض دفعہ برے اثرات پیدا ہوتے ہیں۔ تو بہرحال حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ہمیں کہانیاں سنایا کرتے تھے کہانیاں سنانے کا جو فائدہ اس وقت ہوتا ہے وہ بھی ان سے حاصل ہوتا تھا۔ اگر اس وقت آپ وہ کہانیاں نہ سناتے تو پھر ہم شور مچاتے اور آپ کام نہ کر سکتے تھے۔ پس یہ ضروری ہوتا ہے کہ ہمیں کہانیاں سنا کر چپ کرایا جاتا اور یہی وجہ تھی کہ رات کے وقت ہماری دلچسپی کو قائم رکھنے کے لئے آپ جب بھی فارغ ہوں کہانیاں سنایا کرتے تھے تا ہم سو جائیں اور آپ کام کر سکیں اب بعض چیزیں ایسی آ گئی ہیں جس کی وجہ سے ماں باپ ایک تو محنت نہیں کرتے تربیت پے دوسرے ان کے تعلق کم ہو گئے ہیں بچوں کے ساتھ۔ اس طرف توجہ دینی چاہئے۔

اس بات کو بیان کرتے ہوئے کہ دوستیاں ہمیشہ ایسی ہونی چاہئیں جو بربادی کا موجب نہ ہوں حضرت مصلح موعود نے ایک واقعہ بیان فرمایا کہ حضرت مسیح موعودؑ فرمایا کرتے تھے کہ ایک شخص یہ پرانی حکایت ہے۔ ایک شخص کا ریچھ سے دوستانہ تھا اس نے اسے پالا تھا یا کسی مصیبت کے وقت اس پر احسان کیا تھا اس وجہ سے وہ اس کے پاس بیٹھا کرتا تھا یہ گویا ایک حکایت ہے جو حقیقت بیان کرنے کی غرض سے بنائی گئی ہے اگرچہ ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ آدمی ریچھ وغیرہ جانوروں کو پال کر اپنے ساتھ ملا لیتا ہے مگر جب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے کوئی حکایت روایت کرتا ہوں تو اس کے یہی معنی ہوتے ہیں کہ یہ حقیقت بیان کرنے کی غرض سے ایک قصہ ہے یعنی ایک نصیحت کرنے کی غرض سے ایک قصہ ہے۔ خیر تو ریچھ اس آدمی کا دوست تھا اور اس کے پاس آتا تھا۔ ایک دن اس کی والدہ بیمار پڑی تھی اور وہ پاس بیٹھا پنکھا ہلا رہا تھا اور مکھیاں اڑا رہا تھا۔ اتفاقاً اسے کسی ضرورت کے لئے باہر جانا پڑا اور اس نے ریچھ کو اشارہ کیا کہ تم ذرا مکھیاں اڑاؤ میں باہر ہو آؤں۔ ریچھ نے اخلاص سے یہ کام شروع تو کر دیا مگر انسان اور حیوان کے ہاتھ میں فرق ہوتا ہے اور حیوان ایسی آسانی سے ہاتھ نہیں ہلا سکتا جتنی آسانی سے انسان ہلا سکتا ہے۔ وہ مکھی اڑائے لیکن وہ پھر آ بیٹھے پھر اڑائے پھر آ بیٹھے۔ اس نے خیال کیا کہ مکھی کا بار بار بیٹھنا میرے دوست کی ماں کی طبیعت پر بہت گراں گزرتا ہوگا۔ چنانچہ اس کا علاج کرنے کے لئے اس نے ایک بڑا سا پتھر اٹھایا اور اسے دے مارا تا کہ مکھی مر جائے۔ مکھی تو مر گئی مگر ساتھ ہی اس کی ماں بھی کچلی گئی۔ یہ ایک مثال ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ بعض نادان کسی سے دوستی کرتے ہیں مگر دوستی کرنے کا ڈھنگ نہیں جانتے۔ وہ بعض دفعہ خیر خواہی کرتے ہیں مگر ہوتی دراصل تباہی ہے۔

پس دوستیاں جہاں اللہ تعالیٰ کا قرب دلاتی ہیں دوستوں کو فائدہ دلاتی ہیں وہاں تباہی و بربادی بعض دفعہ دوستوں کی بھی کرتی ہیں اور اپنی بھی کرتی ہیں۔ پس اس لحاظ سے ہمیشہ دوستیوں کے حق ادا کرنے کے لئے عقل بھی استعمال کرنی چاہئے اور جذبات کو بھی کنٹرول رکھنا چاہئے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ سنایا کرتے تھے کہ کوئی ریچھ تھا اس کا ایک آدمی سے دوستانہ تھا۔ اس کی بیوی ہمیشہ اسے طعن کیا کرتی تھی کہ تو بھی کوئی آدمی ہے تیرا ریچھ سے دوستانہ ہے۔ ایک دن اس کی دل آزار گفتگو اس قدر بڑھ گئی اور ایسی بلند آواز سے اس نے کہنا شروع کیا کہ ریچھ نے بھی سن لیا۔ ریچھ نے تب ایک تلوار لی اور اپنے دوست سے کہا کہ یہ تلوار میرے سر پر مارو۔ اس گفتگو کے متعلق حیرت نہیں ہونی چاہئے یہ صرف ایک کہانی ہے یہ بتانے کے لئے کہ کوئی آدمی ریچھ کی شکل کا ہوتا ہے اور کوئی انسان کی صورت کا۔ ہر ایک کی فطرت ہوتی ہے انسانوں میں بھی کئی ریچھ ہوتے ہیں کئی انسان کہلا کر بھی حیوان دوسرے بنے ہوتے ہیں۔ اس شخص نے بہتیرا انکار کیا مگر ریچھ نے کہا کہ ضرور میرے سر پر مار۔ آخر اس نے تلوار اٹھائی اور ریچھ کے سر پر ماری۔ وہ لہولہان ہو گیا اور جنگل کی طرف چلا گیا۔ ایک سال کے بعد پھر اپنے دوست کے پاس آیا اور کہنے لگا میرا سر دیکھ۔ کہیں زخم کا نشان ہے اس نے دیکھا تو کہیں زخم کا کوئی نشان دکھائی نہیں دیا۔ تب ریچھ نے کہا کہ بعض جنگل میں بوٹیاں ہوتی ہیں میں نے علاج کیا اور زخم اچھا ہو گیا لیکن جو تیری بیوی باتیں کرتی تھی میرے خلاف اس کا زخم آج تک ہرا ہے میرے دل میں۔ تو بعض اوقات تلوار کے زخم سے زبان کا زخم بہت شدید ہوتا ہے اور یہ تلوار ایسا زخم لگاتی ہے جو کبھی بھولنے میں نہیں آتا۔ پس معاشرے کے امن کے لئے سکون کے لئے اس بات کا بھی ہر ایک کو خیال رکھنا چاہئے کہ ایک دوسرے کے جذبات کا بھی خیال رکھیں اور

بلاوجہ ایسی زبانوں کے تیرنہ چلائیں جو ہمیشہ ہرے رہیں ان کے زخم پھر۔اور یہ ایسا سبق ہے جسے ہمیشہ یادرکھنا چاہئے ہر احمدی کو۔

حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوۃ والسلام کے ماننے کے بعد اپنے ایمان کی حفاظت ہر احمدی کا فرض ہے اور بعض دفعہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہی ہیں جو ایمان کو ضائع کر دیتی ہیں بعض دفعہ اللہ تعالیٰ کی منشاء کے خلاف باتیں کی جائیں تو ایمان ضائع ہو جاتا ہے۔پس ہمیں ہمیشہ اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہئے۔

ذکر الٰہی کی طرف حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے حوالے سے توجہ دلاتے ہوئے حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوۃ والسلام کسی بزرگ کا یہ مقولہ سنایا کرتے تھے کہ دست درکار و دل بایار۔یعنی انسان کے ہاتھ تو کاموں میں مشغول ہونے چاہئیں لیکن اس کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔اسی طرح ایک بزرگ کے متعلق مشہور ہے کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ میں کتنی دفعہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کروں۔انہوں نے کہا کہ محبوب کا نام لینا اور پھر گن گن کر۔تو اصل ذکر وہی ہے جو ان گنت ہو مگر ایک معین وقت مقرر کرنے میں یہ خوبی ہوتی ہے کہ انسان اس وقت اپنے محبوب کے لئے اور کاموں سے بالکل الگ ہو جاتا ہے۔اور چونکہ یہ دونوں حالتیں ضروری ہیں اس لئے صحیح طریق یہی ہے کہ معین رنگ میں بھی ذکر الٰہی کیا جائے اور آجکل دنیا داری میں پڑے ہوئے لوگ نہیں سمجھتے اس بات کو اس لئے ان کو بہر حال وقت نکالنا چاہئے اور غیر معین طور پر اٹھتے بیٹھتے بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جائے اور اس کے فضلوں اور احسانات کا بار بار ذکر کیا جائے۔دین کی باتوں کو غور سے سنا انہیں یاد رکھنے کی کوشش کرنا اور پھر اس پر عمل کرنا یہ ایک احمدی کا مطمح نظر ہونا چاہئے۔خطبوں کو سن لینا تقریروں کو سن لینا اجلاسوں میں شامل ہو جانا یا وقتی طور پر کسی کتاب کو پڑھ لینا اور اس کا وقتی اثر لینا اس کو یاد نہ رکھنا یا عمل نہ کرنا یہ کوئی فائدہ نہیں دیتا انسان کو۔پھر حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوۃ والسلام کی کتابیں ہیں ان کو پڑھنا اور ان سے فائدہ اٹھانا بھی جماعت کے اہم ترین فرائض میں سے ہے مگر یاد رکھو صرف لذت حاصل کرنے کے لئے تم ایسا مت کرو بلکہ فائدہ اٹھانے اور عمل کرنے کی نیت سے تم ان امور کی طرف توجہ کرو۔تم لذت حاصل کرنے کے لئے سارا قرآن پڑھ جاؤ تو تمہیں کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوگا لیکن اگر تم اللہ تعالیٰ کی صفات پر غور کرتے ہوئے اس کی محبت کے جوش میں ایک دفعہ بھی سبحان اللہ کہہ لو تو وہ تمہیں کہیں کا کہیں پہنچا دے گا۔حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوۃ والسلام نے ایک دفعہ مجلس میں بیان فرمایا کہ بعض دفعہ ہم تسبیح کرتے ہیں تو ایک تسبیح سے ہی ہم کہیں کے کہیں پہنچ جاتے ہیں۔میں اس مجلس میں موجود نہیں تھا۔ایک نوجوان نے یہ بات سنی تو وہاں سے اٹھ کر میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ خبر نہیں آج حضرت صاحب نے یہ کیا کہا ہے۔وہ صاحب تجربہ نہیں تھا مگر میں اس عمر میں بھی صاحب تجربہ تھا۔اسے سارا سارا دن سبحان اللہ کہہ کر کچھ نہیں ملتا تھا مگر میں اپنے ذاتی تجربے کی وجہ سے جانتا تھا کہ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ جب میں نے سبحان اللہ کہا تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ پہلے میں اور تھا اور اب میں کچھ اور بن گیا ہوں۔دیکھو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس مضمون کو کس عمدگی کے ساتھ بیان کیا ہے حالانکہ میں نے اس وقت تک بخاری نہیں پڑھی تھی مگر میرا تجربہ صحیح تھا۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دو کلمے ایسے ہیں کہ رحمان کو بہت پیارے ہیں۔زبان پر بڑے ہلکے ہیں۔انسان ان الفاظ کو نہایت آسانی کے ساتھ نکال سکتا ہے کوئی بوجھ اسے محسوس نہیں ہوتا۔لیکن قیامت کے دن جب اعمال کا وزن کا سوال آئے گا تو وہ بڑے بھاری ثابت ہوں گے اور جس پلڑے میں وہ ہوں گے اسے بالکل جھکا دیں گے اور وہ کیا ہیں کہ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔کہتے ہیں کہ مجھے ان کلمات کے پڑھنے کی بڑی عادت ہے اور میں نے دیکھا ہے کہ بعض دفعہ ایک مرتبہ ہی ان کلمات کو کہنے سے میری روح اڑ کر کہیں کی کہیں جا پہنچتی ہے۔

تو اصل چیز یہی ہے کہ ہم سنجیدگی سے اللہ تعالیٰ کے احکام پر غور کریں اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔پس یہی حقیقت ہے کہ بعض دفعہ دل سے تسبیح اور تحمید جو ہوتی ہے تو یوں لگتا ہے کہ اپنا اثر دکھا رہی ہے۔محسوس ہوتا ہے یہ۔اللہ تعالیٰ ہم سب اس کی توفیق عطا فرمائے جو جہاں ہمارے اندر قوت عملیہ پیدا کرے اور خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والا بنائے وہاں ہم اس تسبیح وتحمید کرنے والے ہوں جو ہماری روح کو بلندیوں پر لے جائے اور ہمیں خدا تعالیٰ کا قرب مل جائے۔

☆☆☆